ڈاکٹر گوہر نوشاہی

پاکستان میں ادبی تحقیق

وسائل اور امکانات

علم و دانش کی صدیوں پرانی روایت، تصنیف و تالیف کی برسوں پرانی تاریخ اور تحقیقی کارناموں کی تابناک داستان اس خطے کا طرہ امتیاز ہے۔ پاکستان سرزمین مشرق کا وہ حصہ ہے جس کے کونے کونے میں علمی خزانے وجود رکھتے ہیں۔ اس کے طول و عرض میں سرکاری، نیم سرکاری، قومی اور نجی کتب خانے موجود ہیں اور اس ملک کا کوئی شہر، کوئی قصبہ، کوئی قریہ اور کوئی گاؤں ایسا نہیں جہاں علمی ذخائر جمع کرنے کی روایت موجود نہ ہو۔ سرکاری کتب خانوں میں مرکزی نیشنل لائبریری، پاکستان آرکائیوز، پاکستان نیشنل سنٹر اور عجائب گھروں کے کتب خانے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ نیم سرکاری اور خود مختار اداروں میں بھی بعض موضوعات پر کتابوں کے ضخیم ذخائر موجود ہیں۔

ملک کی تمام یونیورسٹیوں کے ساتھ وابستہ کالجوں میں بھی تحقیقی اور علمی نوعیت کے کتب خانے موجود ہیں۔ مقبول احمد چوہدری نے ''پاکستان میں کالج لائبریریاں'' میں ایسے تین سو سے زائد کتب خانوں کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں سے بعض کتب خانے اپنے علمی تشخص کے اعتبار سے معروف ہیں مثلاً اسلامیہ کالج لاہور اور اسلامیہ کالج پشاور کے کتب خانے برصغیر میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔

پاکستان میں مستقل کتب خانوں کے علاوہ زمانہ قدیم ہی سے نجی کتب خانوں کا رواج چلا آرہا ہے۔ یہ کتب خانے اہل علم، اساتذہ اور محققین کی ذاتی ملکیت تھے۔ یہ روایت آج تک موجود ہے۔

قیام پاکستان کے بعد بعض اہل علم کے ذاتی ذخیرے بڑے بڑے کتب خانوں

کی زینت بن گئے ہیں لیکن لاتعداد ذخیرے زمانے کی بے اعتنائی اور بے قدری کے ہاتھوں ضائع ہو چکے یا گمنامی کی دبیز گرد میں لپٹے ہوئے ہیں اور آج ان کے ناموں سے بھی کوئی واقف نہیں۔ پاکستان میں اسلامی مدارس اور خانقاہیں فروغ علم و دانش کا مرکز رہی ہیں۔ ہر مدرسے اور خانقاہ کے ساتھ ایک گراں بہا کتب خانہ تھا ان میں سے بھی بعض دستبرد زمانہ سے برباد ہو چکے ہیں لیکن بیشتر اب بھی موجود ہیں۔

پاکستان کے رؤسا، نوابین اور صاحب دولت واقتدار نہ صرف علم و دانش کے زیور سے آراستہ تھے بلکہ اپنے پاس گراں قیمت علمی ذخائر بھی رکھتے تھے۔ ان میں سے اکثر موجود ہیں لیکن ہماری علمی دنیا ان سے استفادہ نہیں کر رہی۔ پاکستان میں لاتعداد نجی ذخیرے اور کتب خانے ایسے ہیں جو اہل علم کے گھروں میں گمنامی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ کئی برس پہلے مجھے لاہور سے دور ایک چھوٹے سے گاؤں فیض پور میں ''الدلیل المبین'' کے مصنف مولانا محمد حسن محدث کا کتب خانہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جو کچی اینٹوں کے چھ کمروں میں بھرا ہوا تھا۔ اور دس ہزار سے کم کتابیں نہیں تھیں۔ اس نادر روزگار کتب خانے کا شاید اب نام ونشان باقی نہیں ہے۔

حافظ محمود شیرانی کے دوستوں میں پروفیسر قاضی فضل حق کا نادر کتب خانہ گزشتہ تیس سال سے بند پڑا ہے۔ تاریخ جلیلہ کے مصنف غلام دستگیر کے گراں بہاں قلمی مخطوطات پر مشتمل کتب خانے کا آج سراغ تک معلوم نہیں ہے۔ فقیر خانہ لاہور کا تاریخی کتب خانہ برباد ہو چکا ہے۔ خان بہادر مولوی محمد شفیع برصغیر کے عظیم محقق تھے۔ ان کا ذاتی کتب خانہ مخطوطات اور نادر مطبوعات کا ایک گراں بہا خزانہ تھا۔ ان کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ جس طرح تنکے تنکے ہوا وہ ہماری قومی زندگی کا ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ اسی طرح سرسید کے معاصرین میں ایک بزرگ مولوی محرم علی چشتی تھے۔ جو تحریک پاکستان تک قائداعظم اور علامہ اقبال کے معاصرین میں بھی اہم رہے۔ ان کا عظیم الشان کتب خانہ ان کے لائق فرزند مولوی ابراہیم علی چشتی کی زندگی تک برصغیر کی مسلم صحافت کا ایک

گراں قدر ماخذ تھا۔ لیکن ان کی وفات کے بعد اس طرح ورق ورق ہوا کہ آج اس کا نشان تک باقی نہیں ہے۔ شریف التواریخ کے مصنف اعلیحضرت شریف احمد شرافت گجرات کے ایک ممتاز ماہر انساب تھے۔ علم الانساب پر ان کا نادر کتب خانہ آج تشنگان علم کی دسترس میں نہیں ہے۔

پاکستان کے روحانی مراکز میں سے اُچ گیلانیاں کے کتب خانے کے علاوہ ہمیں کسی کا تعارف حاصل نہیں۔

نجی کتب خانوں میں نواب کالا باغ، رؤسائے اٹک بالخصوص مکھڈ شریف، نوابان میانوالی، ملتان، بہاولپور اور صوبہ سرحد، نواب زادہ نصر اللہ خان، پیر صاحب پگاڑا، مخدوم خانوادہ، تال پور خاندان اور بھٹو خاندان کے ذاتی کتب خانے ایسے ذخائر ہیں جن کی قدر و قیمت اہم ترین کتب خانوں سے کم نہیں لیکن ان کتب خانوں تک رسائی ہر ایک محقق کے لیے ممکن نہیں ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ پاکستان کے ان سینکڑوں بلکہ ہزاروں کتب خانوں کی کوئی عددی فہرست دستیاب نہیں۔ ان میں سے سرکاری، نیم سرکاری اور قومی سطح کے کتب خانوں کے علاوہ کسی کتب خانے کی کوئی جامع فہرست یعنی مکمل کیٹلاگ بھی منظر عام پر نہیں آئی۔ خود معروف اور اہم کتب خانوں کا یہ حال ہے کہ ان کے ذخائر کی کیٹلاگ سازی کا کام کئی سال سے رکا پڑا ہے۔ اور ان میں سے کوئی کتب خانہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کی فہرست مکمل، جامع اور ہر لحاظ سے قابل استفادہ ہے۔ قومی سطح پر کتب خانوں کے اشتراک عمل کی پالیسی نہ ہونے کے باعث پاکستان میں تاحال قوانین کتب خانہ نام کی کوئی چیز وجود نہیں رکھتی اس صورتحال میں تحقیقی وسائل تک رسائی محققین کے لیے ایک کڑے امتحان کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہمارے ہاں قلمی کتابوں، دستاویزات اور مطبوعات کی کوئی اجتماعی فہرست یعنی ''یونین کیٹلاگ'' موجود نہیں۔ یہ تو خیر ہم جیسے کم سرمایہ ملک کے لیے بڑا کام ہے جو ہونا

چاہیے۔ ہماری یونیورسٹیوں اور قومی اداروں میں جو علمی کام ہو رہا ہے اس میں بھی ہم آہنگی اور اشتراک عمل کی کوئی صورت موجود نہیں یہی سبب ہے کہ ایک یونیورسٹی دوسری یونیورسٹی کے اور ایک ادارہ دوسرے ادارے کے کام سے نہ صرف بے خبر ہے بلکہ کام کی تکرار نے قومی زیاں کی صورت اختیار کر رکھی ہے۔

ہمارے ہاں قومی سطح پر کتابیاتی شعور کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں کتابیات سازی کا عمل بھی مشرق کا ایک عظیم ورثہ ہے۔ ساڑھے چھ سو سال قبل مسیح تک اس روایت کے تار و پود موجود ہیں۔ یہ وسائل، تحقیق تک رسائی کی اولین کوششیں تھیں جو ہمیں نینوا، سکندریہ، چین، بغداد اور مشرق زمین کے بعض دیگر علمی مراکز میں نظر آتی ہیں۔ دنیا کا قدیم ترین یونین کیٹلاگ الفہرست علامہ ابن ندیم نے ۹۵۷ء میں مرتب کیا تھا۔ پاکستان میں اس روایت کو قومی شعور کا حصہ بناتے ہوئے کتابیات سازی کو منظم کرنا بے حد ضروری ہے۔ یونین کیٹلاگ کا شعور بیشتر اسلامی اور مشرقی ممالک میں رواج پا چکا ہے۔ اس قسم کی ایک مثال فارسی مخطوطات کی فہرست مشترک ہے جسے پاکستان میں بیٹھ کر ایران کے ایک جید اہل علم احمد منزوی نے مرتب کیا اور اس کی متعدد جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔

اگر پاکستان کے محدود وسائل کے پیش نظر فی الحال کانگریس لائبریری اور برٹش نیشنل ببلیوگرافی کے طرز اور معیار کے مطابق کتابیات سازی کا کام نہیں کیا جا سکتا تو اپنے وسائل میں رہ کر بعض بنیادی اقدام تو ناممکن نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل بنیادی کام بلا تاخیر شروع کر دیے جائیں تو محققین کی تحقیقی وسائل تک رسائی کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں:

ا۔ پاکستان میں موجود تمام سرکاری، نیم سرکاری، قومی اور نجی کتب خانوں کی ایک مفصل تعارفی فہرست مرتب کی جائے۔ یہ کام قومی سطح پر ہونا چاہیے۔ نیشنل لائبریری، پاکستان آرکائیوز اور پاکستان ڈاکیومنٹیشن سنٹر جیسے موقر اور وقیع ادارے اس کام کو اپنے ذمے لے سکتے ہیں۔

۲۔ پاکستان میں موجود ہر سطح کے تمام کتب خانوں میں اشتراکِ عمل کا کوئی قانون بنایا جائے اور تمام ملک میں اسے حکماً نافذ کیا جائے۔

۳۔ تحقیقی کاموں سے وابستہ مصنفین اور اہم موضوعات پر توضیحی کتابیات کا سلسلہ مرتب کیا جائے۔ یہ کام محدود سطح پر بعض اداروں میں جاری ہے جیسے اکادمی ادبیات پاکستان اور مقتدرہ قومی زبان پاکستان وغیرہ میں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے تمام اداروں میں نہ صرف اس کام کی حوصلہ افزائی کی جائے بلکہ اسے تکرار، جلد بازی اور سہل انگاری سے بچایا جائے۔

۴۔ نجی کتب خانوں تک رسائی حاصل کر کے ان میں موجود علمی ذخائر کی فہرستیں مرتب کی جائیں اور پھر ان سب کی ایک اجتماعی فہرس یعنی یونین کیٹلاگ تیار کی جائے۔ یہ کام بھی کسی قومی ادارے میں ہونا چاہیے۔

۵۔ پاکستان میں موجود کتب خانوں کے باہمی اشتراک وتعاون سے ہم کتابیاتی وسائل کے ایک ایسے نظام کی بنیاد رکھ سکیں، جس میں تمام کتب خانے ایک ہی سلسلے میں منسلک ہو جائیں گے۔ اس ہدف کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان کے ہر صوبے میں ایک مرکزی کتب خانہ ہو اور اس کے ہر ضلع، ہر شہر، قصبے اور ہر گاؤں میں موجود چھوٹے بڑے کتب خانے اس کی شاخیں قرار پائیں۔ اسی طرح صوبوں کے یہ مرکزی کتب خانے دارالحکومت کی مرکزی لائبریری کی شاخیں تصور کی جائیں۔

۶۔ پاکستان میں حوالہ جاتی وسائل کی تنظیم کے لیے آج ہم مغربی ممالک کے کتب خانوں میں موجود وسائل کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ آج ہم کمپیوٹر، مائیکرو فلم اور مائیکروفش کے ذریعے پاکستانی مخطوطات اور مطبوعات کے کیٹلاگ مرتب کرنے کی بات کرتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ باتیں ترجیحی بنیادوں پر ہونی چاہئیں لیکن ان سے پہلے ہمیں اپنے پاس موجود وسائل پر بھی نظر ڈالنی

چاہیے۔ پنجاب یونیورسٹی اور پاکستان آرکائیوز جیسے اداروں کے مائیکروفلم ریڈر ایسی بوسیدہ حالت میں ہیں کہ ان سے بآسانی استفادہ ممکن نہیں۔ مائیکرو فلم سے پرنٹ نکلوانے کی سہولت پاکستان میں بھی دو یا تین اداروں سے زیادہ کے پاس نہیں۔ مائیکروفش اور دوسرے جدید وسائل کی باتیں ہمارے لیے خواب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کاش یہ خواب جلد شرمندہ تعبیر ہو جائے۔

ہمارا محقق جس زبوں حالی میں علمی خدمات انجام دے رہا ہے، اس میں اس کی کامیابی کسی معجزے سے کم نہیں۔ ہماری تاریخ، ہماری ثقافت، ہمارا ادب، تحقیقی اعتبار سے تشنہ ہے۔ ہمارا محقق کنواں کھود کر پانی پیتا ہے اور کنواں کھودنے کے لیے بھی وسائل میسر نہیں۔ آیئے ہم پاکستان میں تحقیقی وسائل کے بہتر مستقبل کے لیے کوشش کریں اور جدید سائنسی بنیادوں پر اجتماعی کتابیات سازی کے خواب دیکھتے رہیں جو ہمیں منزل تک پہنچنے کی آرزو سے وابستہ رکھیں گے۔